سوانح معاویہؓ

یعنی امیر المؤمنین حضرت معاویہؓ کی تفصیلی و تحقیقی

سوانح عمری

رسول اکرمؐ کے ساتھ ان کی خصوصی رفاقت، نظامِ خلافت راشدہ کے اہم رکن کے بطور ان کی جلیل القدر خدمات، اور پھر بطور خلیفہ ان کے عظیم دینی، جہادی، سیاسی اور تمدنی کارناموں نیز ان کے بلند علمی مقام، اعلیٰ دینی و اخلاقی صفات و کمالات کا تذکرہ، سیدنا علیؓ کے ساتھ ان کے اختلاف کی نوعیت کی تحقیق و اعتدال کے ساتھ تفصیل، ایک مستند دستاویز، جس میں صحیح روایات کو معیار بنا کر، محدثین کے اصول پر، تاریخی روایات کا جائزہ لیا گیا ہے۔

مولانا یحییٰ نعمانی

نام کتاب: **سوانح معاویہؓ**

تعداد صفحات: 502

مولف: مولانا یحیی نعمانی

قیمت: 600

ناشر: الفرقان بک ڈپو لکھنؤ

ملنے کے مزید پتے: مکتبہ ضیاء الکتب خیر آباد ضلع مئو، کتب خانہ نعیمیہ دیوبند۔

سوانح معاویہؓ ایک مطالعہ

بقلم محمد اجمل قاسمی

خادم تدریس جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد

سالِ گذشتہ مؤلفِ کتاب سے ایک خوشگوار ملاقات کی سعادت میسر آئی، دوران گفتگو مؤلف مدظلہ العالی نے اپنی تازہ تالیف ''سوانح معاویہ'' کا تذکرہ کیا جو ابھی زیرِ طباعت تھی، ساتھ ہی کتاب کے مشمولات اور اس کی اہمیت پر بھی کچھ روشنی ڈالی، جس سے کتاب دیکھنے کا اشتیاق ہوا، چنانچہ کتاب جب شائع ہوئی تو اس کے حصول کی فکر ہوئی، مگر کس سے منگائی جائے؟ کیسے منگائی

جائے؟ اسی میں معاملہ ٹلتا رہا کہ اچانک ایک دن ایک معروف علمی وادبی گروپ "پاسبان علم وادب" میں کتاب کی پی ڈی ایف فائل پر نظر پڑی، چنانچہ پڑھنا شروع کر دیا، موبائل کی اسکرین پر کسی کتاب کا باقاعدہ مطالعہ راقم کی طبیعت پر نہایت گراں ہوتا ہے، مگر کتاب سے اس کے شغف کا یہ حال رہا کہ معمول کے کاموں کی ادائیگی کے ساتھ تین چار روز کی مدت میں پانچ سو صفحے کی یہ پوری کتاب موبائل پر ہی پڑھ گیا، پھر اس کا ورقی نسخہ بھی بعد میں حاصل کیا۔

کتاب کا موضوع اہم ہونے کے ساتھ بہت نازک ہے، جو اپنے اندر بہت سی معرکۃ الآراء بحثوں کو سمیٹے ہوئے ہے، اس پر تنقید و تبصرہ کسی محقق اور صاحب نظر کا کام ہے، یہ بے مایہ طالب علم نہ تو اس کا اہل ہے اور نہ ہی یہاں اس کا قصد وارادہ ہے۔ ان سطور سے مقصود بس اتنا ہے کہ مختصر الفاظ میں کتاب کے مشمولات کا تعارف کرا دیا جائے، اس کے محاسن اور خوبیوں کو کسی قدر اجاگر کر دیا جائے، اور کتاب کے مطالعہ نے ذہن ودماغ پر جو خوشگوار تاثرات چھوڑے ہیں اس کی داستان دوسروں کو بھی سنادی جائے۔

زیر نظر کتاب امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تحقیقی و تفصیلی سوانح عمری ہے، جو محقق عالم دین حضرت مولانا یحیی نعمانی ناظم دار العلوم الصفہ، لکھنؤ، کی کی کاوش اور تحقیق و جستجو کا نتیجہ ہے، مولانا موصوف حضرت مولانا محمد زکریا سنبھلی مدظلہ شیخ الحدیث دار العلوم ندوۃ العلماء کے صاحبزادہ گرامی قدر اور حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ کے نواسے ہیں۔ یہ مبسوط کتاب ایک مقدمہ، انیس ابواب اور ایک ضمیمہ پر مشتمل ہے۔ مقدمہ میں سوانح معاویہؓ کی تالیف کے اسباب و محرکات، اس کی مشکلات، اور اس کے منہج تالیف و تحقیق وغیرہ پر بحث ہے۔ پہلے باب میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خاندانی پس منظر، پیدائش اور قبول اسلام پر گفتگو کی گئی ہے۔ پھر اس کے بعد بالترتیب چند ابواب میں حضرت معاویہؓ کے حق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں، عہد نبوی، عہد صدیقی، عہد فاروقی اور عہد عثمانی میں ان کی خدمات اور عظیم الشان کارناموں پر روشنی ڈالی گئی ہے، یہ پورا دور حضرت معاویہ کی نابغۂ روزگار شخصیت کی تشکیل اور تکمیل کا دور ہے، جس میں انہوں نے براہ راست رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وخلفاء راشدین کی تربیت اور سرپرستی میں کام کیا ہے۔ کتاب کے چھٹے باب میں شہادت حضرت عثمان غنیؓ وفتنہ کبری، اور ساتویں باب میں سیدنا حضرت علیؓ کے زمانۂ خلافت میں حضرت معاویہؓ کا موقف اور سیدنا حضرت علیؓ سے ان کے اختلاف کی نوعیت پر روشنی ڈالی گئی ہے، یہ دونوں باب کتاب کے نازک ترین ومشکل ترین باب ہیں، جن میں مصنف نے فتنے کے اسباب، فتنے کے بعد صحابہ کے مختلف گروہ اور ان کے موقف کا محققانہ دیدہ وری سے جائزہ لیا ہے، اور اس خارزار کو نہایت کامیابی سے سر کیا ہے۔

آٹھواں باب سیدنا حضرت حسن اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے مابین ہونے والی عظیم صلح کی بحث پر مشتمل ہے۔ اس کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت شروع ہوتا ہے، یہی دور حضرت معاویہ کے کارناموں اور ان کے وہبی کمالات کے ظہور کا اصل زمانہ ہے، مصنف نے ناقابل انکار دلائل سے ثابت کیا ہے کہ یہ عہد خلافت راشدہ کے عہد کے بعد اسلامی تاریخ کا زریں اور مثالی عہد ہے، جس میں حضرت معاویہ نے فتنہ کبریٰ کی داخلی خانہ جنگیوں کے بعد ایک بار پھر خلافت وحکومت کے پورے نظام کو خلافت راشدہ کے نہج پر مستحکم بنیادوں پر استوار کیا ہے، چنانچہ متعدد ابواب میں عالم اسلام کے مختلف داخلی وخارجی محاذوں پر حضرت معاویہ کے جہاد وفتوحات اور داخلی فتنوں کی سرکوبی کی تفصیلات پیش کی گئی ہیں، اور ان کے نظام حکومت، مالیاتی، دفاعی، عدل وقضا، داخلی امن واستحکام اور خدمات عامہ کے شعبوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ یہ ابواب نہایت دلچسپ، فکر انگیز، اور مفید معلومات سے لبریز ہیں، نیز حضرت امیر معاویہؓ کی ہشت پہلو شخصیت، ان کے کمالات، عظیم الشان وہمہ جہت خدمات، بے مثال کارناموں، ان کی عبقریت اور غیر معمولی انتظامی وعسکری صلاحیتوں کے آئینہ دار ہونے کی وجہ سے سوانح معاویہ میں درشہوار اور واسطۃ العقد کی حیثیت رکھتے ہیں۔

انیسویں باب میں یزید کی ولی عہدی اور زندگی کے آخری ایام کا ذکر کیا گیا ہے، یہ باب تین فصلوں پر مشتمل ہے، پہلی فصل میں یزید کی ولی عہدی پر گفتگو کی گئی ہے، اس ضمن میں ان اسباب ومحرکات پر بھی بحث کی گئی ہے، جن کی بنیاد پر حضرت معاویہؓ نے

یزید کی ولی عہدی کا فیصلہ کیا ہے، نیز جن صحابہ نے اس فیصلے سے اختلاف کیا ہے، ان کے دلائل بھی پوری امانت داری سے پیش کئے گئے ہیں۔ فصل دوم میں حضرت معاویہ کے مرض وفات اور ان کی وصیتوں کا ذکر ہے، اور فصل سوم میں آپ کی خصوصیات و کمالات اور شخصی احوال و معمولات پر روشنی ڈالی گئی ہے، اس باب کی یہ فصل بھی مفید اور اہمیت کی حامل ہے، جو حضرت معاویہ کی سیرت کے بعض اہم پہلوؤں سے پردہ اٹھاتی ہے۔ کتاب کا خاتمہ ایک ضمیمہ پر ہوتا ہے جس میں کتاب میں پیش کی گئی ان صحیح احادیث وروایات کو جداگانہ طور پر پیش کر دیا گیا ہے، جن سے حضرت امیر معاویہ کے عہد پر روشنی پڑتی ہے، اور جس نے کتاب کی خاکہ سازی میں رہنما خطوط کا کردار ادا کیا ہے۔ شروع کتاب میں عناوین کتاب کی تفصیلی فہرست ہے، اور اخیر میں عربی اردو اور انگریزی مآخذ و مراجع کا تذکرہ ہے جن کی تعداد دو سو تک پہنچتی ہے۔

ابوابِ کتاب کے اجمالی تذکرے سے کتاب کی جامعیت کا اندازہ ہوتا ہے، یہ ہمہ جہت سوانح جہاں حضرت امیر معاویہؓ کے تفصیلی حالات وخدمات سے واقف کراتی ہے، وہیں اپنے جلو میں آپ کو اجمالی طور پر آغازِ اسلام کی پچاس سالہ کی ایک بہترین جھلک بھی دکھادیتی ہے۔ مصنف کتاب نے چار سال تک قدیم وجدید، عربی وغیر عربی مراجع کی ورق گردانی کی ہے، مختلف خارزاوں کو سر کیا ہے، ایک ایک بیان کی تہ تک پہنچنے کی انتھک کوشش کی ہے، سبائیوں اور صحابہ کی کرداری کشی کرنے والے شیعی رایوں کی افترا پردازیوں، اور بہتان تراشیوں کے طومار کی علمی تحقیق و تنقید، اور صحابہ کے اصلی و بے داغ کردار کو اجاگر کرنے کے سلسلے میں انہیں دشتِ تحقیق کی سخت آبلہ پائی کرنی پڑی ہے، اور ایک ایک بات کو کافی وشافی اطمینان کے بعد ہی کتاب میں درج کیا ہے، جس سے کتاب کی علمی و تحقیقی حیثیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد امت میں ہوش ربا فتنے رونما ہوئے، اور صحابہ میں وقت کے بعض اہم مسائل کو لے کر اختلاف بلکہ جنگ وجدال تک کی نوبت آئی، جسے مشاجرات صحابہ کا نام دیا جاتا ہے، صحابہ کی بڑی تعداد ان اختلاف سے بیزار اور کنارہ کش رہی، اور دینی پہلو سے وہ اسی کو امت کے حق میں بہتر سمجھتی تھی۔ جب کہ متعدد صحابہ ایسے تھے جنہوں نے

امت کی زمام کو حالات کی رو پر چھوڑ کر الگ تھلگ بیٹھنے کو اپنے لیے کسی طرح بھی جائز خیال نہ کیا؛ بلکہ امت کو بحرانی حالات سے نکالنے کے لیے جو بھی تدبیر انہوں نے ضروری اور مفید سمجھی اس کو بروئے کار لانا ضروری سمجھنا، حضرت علی، حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت عائشہ وغیرہم کا شمار ایسے ہی صحابہ میں ہے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اس پورے زمانہ میں ایک بہت ہی اہم اور نمایاں فریق کی حیثیت سے میدان میں رہے ہیں۔ اس پورے دور میں سبائی فتنہ پروؤں کی فتنہ سامانیوں، سازشوں اور ان کی افتراء پردازیوں کا ایک سیلاب ہے، یہیں سے امت میں خوارج کا ظہور ہوا، شیعی اور ناصبی متعصب گروہ سامنے آئے جن کی دورغ گوئیوں، الزام تراشیوں، اور متضاد روایتوں نے تاریخ اور اس کے صفحات کو اس قدر تاریک اور کہر آلود کر دیا ہے کہ تاریخ کے مطالعہ سے صحابہ کے موقف اور ان کردار کے متعلق کسی صحیح رائے تک رسائی نہایت مشکل ہو گئی ہے، یہی وجہ ہے کہ جو مؤلفین اس خار زار میں حقیقت کی تلاش میں نکلنے ہیں وہ خود بھی لہولہان ہوئے ہیں اور اپنے قاری کو بھی لہولہو کر دیا ہے، اس باب میں تاریخی روایات کے تضاد کا کیا حال ہے، خود مؤلف کی زبانی سنیے:

''اس عہد کی تاریخ کا جب مطالعہ کیا جاتا ہے، تو متضاد روایات کا ایک وسیع ذخیرہ سامنے آتا ہے، ان سے حضرت معاویہ کی دو متضاد تصویریں بنائی جاسکتی ہیں، ایک تصویر ایک بلند کردار، عالی ہمت، مخلص مومن، مردِ مجاہد، اور صاحب تقوی شخصیت کی بنتی ہے۔ جو علم و فضل میں اپنے دور میں امامت کا درجہ رکھتا ہے، لوگ اس کو ایک قابل اتباع عالم کی نظر سے دیکھتے ہیں، جس کی حکومت اقامت دین اور نفاذ شریعت میں مصروف ہے، اور عدل وانصاف قائم کر رہی ہے۔ اور بلاشبہ ایک دوسری تصویر بھی بن سکتی ہے، جو ایک بے ضمیر و بے اخلاق، خالص دنیادار؛ بلکہ خوف خدا سے عاری، امارت و حکومت کے حریص شخص کی ہے، جس کو بہر قیمت اقتدار چاہیے تھا، اور اس کے لیے وہ اصول واخلاق کی ہر قربانی دے سکتا تھا، جو رشوتوں سے لوگوں کے ضمیر خریدتا اور ظلم و جبر سے ان کے منہ بند کرتا تھا، اور جس کی حکومت میں خیانت، عوامی مال پر داد عیش دینا، ظلم و جبر اور ناحق قتل روز کا معمول تھا'' (سوانح معاویہ ص 19)

سوانح معاویہؓ کے مصنف کے لیے مشاجرات صحابہ کی اس خارزار وادی سے گذرنا ناگزیر تھا، اور ان کوشش تھی کہ اس دشوار گھاٹی سے وہ خود بھی فکر و نظر کی سلامتی سے گذریں اور اپنے قارئین کو بھی فکر و نظر کی سلامتی سے گذاریں؛ چنانچہ انہوں نے اس دشوار بحث میں داخل ہونے لیے ایک محفوظ رہ گزر تلاش کی، انہوں نے اپنی کتاب کا نہج یہ قرار دیا کہ محدثین کے اصول تنقید پر احادیث اور روایات کا جائزلیا جائے، ان احادیث وروایات کے ذخیرہ میں جو حصہ محدثین کے معیار صحت پر کھرا اتر ہوتا ہو، قبول کیا جائے اور اسی کو بنیاد بنا کر سوانح کا بنیادی خاکہ تیار کرلیا جائے، پھر حدیث وتاریخ کی کتابوں میں جو روایتیں اس کے مطابق ہوں ان سے تشنہ گوشوں کی تکمیل کی جائے، اور جو اس کے مخالف ہوں ان کو رد کر دیا جائے، مؤلف لکھتے ہیں:

''قرون اولی کے مطالعۂ تاریخ کا یہ بنیادی اصول ہے، کہ پہلے صحیح و قوی روایات کو جمع کر کے اس عہد کی تاریخ کا ایک بنیادی تصور اور خاکہ تیار کرلیا جائے، جو افراد و شخصیات کے مزاج واخلاق اور اداروں کے کردار کے بنیادی خاکے طے کر دیتی ہیں، پھر قدیم تاریخی مآخذ میں جو معلومات ایسی دستیاب ہوں جو ان صحیح و قوی روایات کے مطابق ہوں یا کم از کم ان سے متصادم نہ ہوں، ان کو قبول کیا جائے، اور جو تاریخی معلومات و حکایات صحیح اسانید سے ثابت روایات کے خلاف ہوں، ان کو قطعاً ناقابل قبول قرار دیا جائے، اہل سنت والجماعت کے نزدیک قرآن مجید اور سنت رسول کی تصریحات کی بناپر صحابہ کرام کی جماعت کا جو منفرد واجب الاحترام مقام ہے اس کا بھی یہی تقاضہ ہے کہ حضرت معاویہ کی شخصیت و کردار کے سلسلے میں اس اصول کو لازم پکڑا جائے''۔(سوانح معاویہؓ ص 21)

اس محفوظ اور پختہ منہج کی اتباع کی پیروی کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ مؤلف اس سنگ لاخ سے خود بھی فکر و نظر کی سلامتی کے گذرے ہیں اور اپنے قاری کو بھی گذار لے گئے ہیں۔ مؤلف نے مشاجرات صحابہ کے باب میں بشمول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مشاجرات کا حصہ بننے والے تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے موقف اور ان کے دلائل کو اتنی نکھری ہوئی صورت میں پیش کیا ہے کہ ذہن جہاں ایک طرف ان کے موقف کی معقولیت کا قائل ہوتا ہے، وہیں ان کے موقف کے مطالعہ سے دین

کے تئیں ان کے اخلاص، امت کے لیے ان کی بے لوثی و خیر خواہی، اور ان کی عظمت و شرافت نفسی کا نقش دل پر مزید گہرا ہو جاتا ہے، اور ضمیر یہ پکار اٹھتا ہے کہ واقعی یہ مقدس گروہ ''رزم ہو یا بزم ہو پاک دل و پاک باز'' کا اولین مصداق تھا۔

مشاجرات صحابہ کی اس بحث کو مؤلف نے اس عمدگی سے تحریر فرمایا ہے کہ اس کی ضمن میں صحابہ کا ادبِ اختلاف بھی بڑی خوبصورتی کے ساتھ نمایاں ہوتا چلا گیا ہے، گو کہ ان کا اختلاف قتل و قتال تک پہنچ گیا ہے؛ لیکن ان سب کے باوجود ان کا ادبِ اختلاف نہایت اعلی و مثالی اور امت کے لیے ایک بہترین نمونہ ہے۔ مقام و مرتبہ کا لحاظ، حدود کی رعایت، اختلاف کے باوجود خدمات و صلاحیتوں کا فراخ دلی سے اعتراف، ایک دوسرے کا احترام، حریف کی علمی آراء اور فتاوی سے استفادہ، برسر پیکار ہونے کے باوجود فریق مخالف کی نیک نیتی کا اعتراف، اس کے بارے کلمۂ خیر اور اس کے اقدام کے لیے عذر و تاویل، یہ سب کچھ مشاجراتِ صحابہ کی اس نفیس بحث میں ایسا سمایا ہوا ہے جیسے باد صحر گاہی میں شبنم کا نم یا برگ گل میں بوئے گل رچی بسی ہوتی ہے۔ مصنف نے بالقصد اس چیز کو نمایاں نہیں کیا ہے، مگر وہ تحریر کی سطر سطر سے الم نشرح ہے۔

مشاجراتِ صحابہ کی بحث میں مصنف کی یہ ایک اہم ترین کامیابی ہے کہ وہ اس خارزار سے ادب اختلاف کے خوش رنگ پھول لے کر نکلے ہیں، اصحابِ رسول کی زندگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا عکس جمیل ہونے کی وجہ سے جہاں زندگی کے عام معاملات میں اسوہ اور نمونہ ہے، وہیں ان کی زندگی امت کے اندرونی اختلاف کے باب میں بھی اس کے لیے ایک بہترین نمونہ پیش کرتی ہے، اور غالبا امت کو یہی اسوہ فراہم کرنے کے لیے اس مقدس جماعت کو تکوینی طور پر اس آزمائش سے گذارا گیا، تاکہ اسلام کا کوئی پہلو نمونۂ عمل سے خالی نہ رہے۔

تاریخی کتابوں نے متعدد برگزیدہ صحابہ اور تابعین بالخصوص حضرت امیر معاویہ، حضرت عمر بن العاص، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرف ایسے کردار منسوب کیے ہیں، جو ان کی عظمت شان سے میل نہیں کھاتے، اور بعد کی تاریخی کتابوں میں بھی ان کو من و عن اس طرح نقل کر دیا گیا ہے جیسے کہ وہ مسلمہ حقیقت ہوں۔ مصنف نے ایسی حکایات و روایات کو

جب تنقید کی کسوٹی پر پرکھا تو وہ دروغِ بے فروغ ثابت ہوئیں، اور صحیح روایات سے جب صحابہ کا اصل کردار پیش کیا، تو جو تصویر سامنے آئی وہ صحابہ کی عظمتِ شان کے عین مطابق تھی۔ کتاب کے مطالعے میں جب بھی ایسے مقامات سے گذر ہوا تو ایسی راحت کا احساس ہوا کہ جیسے دل سے کوئی بھاری بوجھ اتر گیا ہو، اور گوہر مراد ہاتھ آئی گئی ہو، فرطِ محبت وعقیدت میں آنکھیں نم اور روح شاد تھی۔ ایسے تمام مواقع پر مؤلف کے لیے دل سے دعائیں نکلیں۔

مصنف نے خلافتِ معاویہ کی دینی واخلاقی حیثیت پر بھی چشم کشا بحث کی ہے، معتبر احادیث اور قوی دلائل کی بنیاد پر آپ کے دور کو ''ملوکیت ورحمت'' کا دور قرار دیا ہے، جو دینی واخلاقی اور شریعتِ اسلامی کی پیروی وپاسداری کے لحاظ سے خلافت راشدہ سے کمتر، مگر اس کے قریب اور مماثل تھا، البتہ مذکورہ حیثیت سے وہ بعد کی حکومتوں کے سے بہتر، اور بہت سے معاملات میں ان کے لیے نمونہ اور اسوہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ مصنف نے واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ ملکوکیت اسلامی نظام کی ضد نہیں ہے، بادشاہت اگر شریعت وعدل کی محافظ، اور اسلام کے مقاصد کے حصول کے لیے سرگرم عمل ہو تو وہ ایک قابل قبول نظام ہے۔ اور اس سلسلے میں ان جدید مفکرین کے مغالطوں کو بھی واضح کیا ہے، جنہوں نے بادشاہت کو قطعاً ایک ناقابل قبول شے اور روح اسلام کی عین ضد باور کرایا ہے، اور پھر اسی نقطۂ نظر سے عہد معاویہ کی ایک نہایت ہی غلط اور مکروہ تصویر کھینچی ہے، جو بتصریح مؤلف خالص جھوٹی، غیر مستند روایات اور طبع زاد اضافوں اور مبالغوں پر مبنی ہے۔

کسی بھی حکومت کی دینی واخلاقی حالت کو جاننے کے لیے ایک اہم چیز یہ ہوتی کہ اس حکومت کی پالیساں کیا تھیں؟ اور اس کے سربراہان وحکام، اور حکومتی مشینری کے کل پرزہ کی حیثیت سے کام کرنے والا عملہ کیسا تھا؟ مؤلف نے ناقابل انکار شہادتوں سے ثابت کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حکومت کے ہر ہر معاملہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے طرزِ عمل کی تتبع و تلاش، اور اس کی پیروی کا حد درجہ اہتمام تھا؛ بلکہ ان کی ترجیح یہ ہوتی تھی کہ مختلف حکومتی ذمہ داریوں کے لیے انہیں افراد و اشخاص کا انتخاب کریں جو خلافت راشدہ بالخصوص حضرت عمر کے عہد میں کام کر چکے تھے۔ وہ ذمہ داریوں کے لیے لائق اور

قابل اعتماد افراد کے انتخاب کو بہت اہمیت دیتے تھے، اور اس سلسلے میں ان کے اہتمام کا حال یہ تھا کہ کئی اہم ذمہ داریاں انہوں نے ایسے افراد کے سپرد کر رکھی تھیں، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں حضرت معاویہ سے برسرپیکار رہے تھے، مگر یہ فریقین کا خلوص تھا کہ یہ چیز نہ تو حضرت معاویہؓ کے لیے ان کا انتخاب کرنے میں مانع ہوئی، اور نہ ہی حضرت معاویہ کی زیر حکومت اسلامی خدمت کی انجام دینے میں ان حضرات کے لیے رکاوٹ بنی۔ اس طرح مؤلف نے ثابت کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومتی مشینری بڑا حصہ انہیں افراد مشتمل تھا، جو خلفاء راشدین کے زمانہ میں حکومتی نظام کا حصہ رہ چکے تھے۔ (تفصیل کے لیے کتاب کا تیرہواں باب ملاحظہ ہو)

حضرت معاویہ کی زندگی کا ایک نہایت تابناک اور درخشان پہلو یہ ہے کہ انہوں نے حیاتِ مستعار کے چالیس سال اسلامی سرحدوں کی حفاظت اور رومن امپائر سے جہاد کرنے میں صرف کئے، ان کی جہادی کوششوں اور خدمات کا دائرہ اتنا متنوع، وسیع اور ہمہ جہت ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ عربوں کے پاس کسی باقاعدہ منظم فوج سے لڑنے کا تجربہ نیا نیا تھا، ان کی حکومت نئی نئی تھی، ان کے پاس جنگی وسائل، اس دور کے جدید ہتھیار اور افراد کی کمی تھی، بحری جنگ کے طریق کار سے وہ مکمل ناواقف تھے۔ دوسری طرف مقابلے میں ایسی حکومت تھی، جس کا اقتدار صدیوں پرانا تھا، جس کا رقبہ ہزاروں میل سے متجاوز تھا، جو اپنے عہد کی سب منظم اور دفاعی اعتبار سے سب سے مستحکم حکومت تھی، اس کے پاس بہترین جنگی وسائل، جدید ہتھیار اور دفاعی تجربے سے مالا مال دنیا کی سب بڑی تربیت یافتہ فوج تھی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس زبردست تفاوت کے باوجود چند ہزار عرب جیالوں کے ذریعہ روم کی صدیوں پرانی بیزنطینی حکومت کو ہر محاذ پر اپنی محیر العقول حکمتِ عملی دور بینی اور فراست سے جس طرح لوہے کے چنے چبوائے ہیں، اور بلا استثناء ہر بری و بحری محاذ پر جس طرح انہیں پسپا ہونے پر مجبور کیا ہے، اور حکومت اسلامی کے رقبے کی جو زبردست توسیع کی ہے، یہ سب کچھ تاریخ کا ایسا عظیم الشان کارنامہ ہے جس میں حضرت امیر معاویہ کا دور دور تک کوئی ہمسر نظر نہیں آتا، ان کارناموں کو پڑھ کر سر شرم اور عظمت دونوں کے احساس سے جھک

جاتاہے، عظمت کا احساس تو حضرت کی عبقری شخصیت اور عظیم کارناموں کی وجہ سے، اور شرم کا احساس اس وجہ سے کہ بے گانے تو خیر بے گانے ہیں، ان سے توقع ہی کیا؟ اپنے بھی امت کے اس عظیم محسن اور مرد مجاہد کی قربانیوں سے کماحقہ واقف اور اس کے قدر دان نہ ہو سکے۔ مصنفِ کتاب نے تین مفصل ابواب کے میں نہایت تفصیل سے ان کارناموں کو ذکر کیا ہے، اور حق یہ ہے کہ حق ادا کر دیا ہے۔

سوانح معاویہ کے مؤلف نے صاحب سوانح کے حالات کے مطالعہ کے سلسلے میں اپنے تاثرات کو ایک جگہ کچھ ان الفاظ میں بیان کیا ہے، لکھتے ہیں :

''اس کتاب کی تالیف کے دوران میں راقم سطور کو اللہ تعالی نے یہ توفیق بخشی کہ حضرت معاویہ اور ان کے عہد کا وسیع گہرا تجزیاتی اور تحقیقی مطالعہ کرے۔ اگرچہ حضرت معاویہ کے سلسلے میں اہل سنت کے موقف میں نہ مجھے کبھی کوئی شبہ رہا تھا، نہ حضرت معاویہ کی شخصیت و کردار کے بارے میں کوئی اشتباہ یا خلش، لیکن اب یہ کہنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ حضرت معاویہ کے صفات و کمالات اور عظیم الشان کارناموں کے بارے میں جو بہتر سے بہتر حسن ظن پہلے سے قائم تھا، اس مطالعے کے بعد علم ہوا کہ وہ حسن ظن ان کے مقام سے کم تھا۔ ان کمالات اور کارناموں سے صحیح اور کافی واقفیت نہ ہونے کا نتیجہ یہ ہے کہ اگر حضرت معاویہ اور ان کے دور حکومت کی کچھ ستائش بھی کی جاتی ہے تو لہجہ کمزور و لرزیدہ، اور انداز اعتماد سے خالی ہوتا ہے''(سوانح معاویہ ص18)

مؤلف موصوف نے مطالعہ سے پہلے اور بعد کے بارے میں جو تاثرات تحریر کیے ہیں بعینہ اس کتاب کے مطالعہ کے پہلے اور بعد میں وہی تاثرات راقم الحروف کے بھی ہیں، اور امید ہی نہیں؛ بلکہ یقین ہے کہ ہر سلیم الفکر قاری کتاب کے مطالعہ کے بعد ''وللآخرۃ خیر لک من الاولی'' * والا احساس ہی اپنے اندر پائے گا۔

کتاب کی ایک نمایاں خوبی یہ ہے کہ اس کتاب میں آپ کو علم و تحقیق، فکر و نظر، عشق و محبت، ادب و احتیاط اور توسط و اعتدال کا وہ حسین امتزاج ملے گا جو اہل سنت کی نمایاں خصوصیت ہے، مؤلف کا مقصد حضرت معاویہ کی عظمت اور کارناموں کا بیان ہے، مگر انہیں فرق مراتب کا پورا لحاظ ہے، چنانچہ وہ کہیں بھی حضرت معاویہ کو ان کے حریف سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے برتر یا برابر پیش کرنے کی سعی کرتے نظر نہیں آتے، بلکہ اس کے برعکس وہ صاف طور پر واضح کرتے ہیں:

''سیدنا علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان اختلاف کو جس زاویہ سے بھی دیکھا جائے، سیدنا علی کی فضیلت و فوقیت اور حقانیت ایک امر واقعہ ہے، اور اہل سنت کا مسلمہ فکر و خیال بھی، اس علمی سفر کے دوران سیدنا علی کی عظمتِ کردار، شرافت اور خلوص و نصح کے ایسے مناظر راقم کے سامنے آئے کہ آنکھیں بے ساختہ اشکبار ہو گئیں، اور جبین عقیدت خم ہو گئی۔ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سابقین اولین کی بھی صف اول میں تھے۔۔۔ سابقین اولین اور لاحقین کے درمیان کسی موازنے کا خیال ہمیں ہی نہیں، قرن اول میں کسی بھی قابل ذکر ہستی کو نہیں تھا، بلکہ خود حضرت معاویہؓ کو بھی نہیں تھا۔ حیرت ناک حد تک افسوس کی بات ہے کہ بعض لوگ شیعت اور شیعت زدگان سے حضرت معاویہ کے دفاع میں انتہا پسندی کے شکار ہو جاتے ہیں، اور سیدنا علیؓ اور حضرات حسنینؓ کے احترام و محبت کا دامن ان سے چھوٹنے لگتا ہے، یہ بڑی محرومی کی بات ہے''۔ (سوانح معاویہ ص 24)

کتاب کا اسلوب علمی و تحقیقی ہے، انداز بیان سادہ ہے، مگر ترتیب اور تسلسل ایسا ہے کہ کتاب کو شروع کر دیجیے تو ختم کیے بغیر چین ہی نہیں آتا، بلاشبہ یہ مصنف کے تصنیفی و تحریری ملکہ اور حضرات صحابہ بالخصوص صاحب سوانح سے ان کے قلبی خلوص کی روشن دلیل ہے۔

کتاب میں پروف کی کچھ غلطیاں بھی نظر آئیں، بعض جگہ ایسا ایجاز و اختصار بھی نظر آیا جس سے مراد مبہم سی ہو گئی ہے اور مدعا سمجھنے میں قدرے مشکل ہوتی ہے، بعض جگہ مقصود خوب اچھی طرح واضح بھی نہیں ہوا ہے، مگر ایسے مقامات کتاب میں زیادہ نہیں ہیں۔

مشاجرات صحابہ کے بارے میں ماضی قریب کے بعض جدید مفکرین کے غیر محتاط اور غلو پسندانہ طرز تحریر نے اہل سنت کے حلقوں میں بہت سے افراد کو متاثر کیا، اور متعدد صحابہ کرام بالخصوص حضرت معاویہ کی کے بارے میں شکوک وشبہات کے بیج بودئے، اور موجودہ وقت میں بھی بعض مبلغین اور مقررین اہل سنت کے صحیح الفکر حلقوں میں کھلم کھلا شیعیت کے بیج بو رہے ہیں، سَبِّ صحابہ کی جگالی کرنے والے یہ نام نہاد کج فکر مقررین سادہ لوح لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے مغالطے اور تلبیس سے کام لیتے ہیں، جس کا نتیجہ یہ سامنے آرہا ہے کہ بہت سے نوجوان صحابہ کے بارے میں شکوک وشبہات کا شکار ہورہے ہیں، اور حد یہ ہے کہ نوجوان فارغین مدارس کی بھی ایک تعداد ایسی ہے جو صحیح عقیدے اور مسلک سے منحرف ہو کر صحابہ پر تنقید اور حضرت معاویہ پر طعن وتشنیع میں جری اور بے باک ہورہی ہے۔

اس لیے موجودہ وقت میں اہل علم بالخصوص نو فارغینِ مدارس کے لیے یہ اور اس جیسی کتابوں کا مطالعہ نہایت ضروری ہو گیا ہے، تاکہ وہ ان صحابہ کے مقام، ان کی جلیل القدر خدمات، امت کے تئیں ان کے خلوص، ان کی بے مثال قربانیوں، اور امت پر ان کے عظیم احسان سے واقف ہوں، جن پر بدخواہ زبان طعن دراز کرتے ہیں، اس کتاب کے مطالعہ سے سَبِّ صحابہ کی جگالی کرنے والے مقررین کے طبل بلند بانگ کی تہی دامنی اور اس کا کھوکھلا پن واضح ہوتا ہے، ان کے بوئے ہوئے شکوک و شبہات کا اچھی طرح ازالہ ہوتا ہے، اور دل صحابہ کی عظمت ومحبت سے معمور ہوتا ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حالات پر اردو میں کوئی ایسی کتاب موجود نہیں ہے، جو ان کی شخصیت، ان کے کمالات اور کارناموں کا جامع اور مفصل تعارف کرائے، اور ان پر کی گئی افتراء پردازیوں کی قلعی کھول کر رکھ دے، جو بلاشبہ ایک بڑا خلا ہے، اس فاضلانہ تصنیف نے اس خلا کو نے بڑی خوبی سے پر کیا ہے، اور وقت کی ایک اہم ضرورت کی تکمیل کی ہے، بلاشبہ مؤلف اپنی اس قابل قدر کاوش وکوشش کے لیے پوری جماعت علماء کی طرف سے شکریے اور مبارکبادی مستحق ہیں۔

کہاں یہ بلند پایہ کتاب، اور کہاں یہ طالبِ بے مایہ!!

ہے آرزو کہ گیسوئے برہم کو دیکھیے　　اس حوصلے کو دیکھیے اور ہم کو دیکھیے

مگر اس کے باوجود کتاب کی اہمیت اور وقت کی ضرورت اور تقاضے نے مجبور کیا کہ اس وقیع کتاب کے تعارف میں حصہ لے کر عظمت صحابہ کا دفاع کرنے والوں کی صف میں شامل ہو یا جائے۔ دعا ہے اللہ رب العزت کتاب کو شرف قبولیت عطا فرمائے، اس کے نفع کو عام وتام کرے، اور مؤلف کتاب کی اپنی شایان شان جزائے خیر سے نوازے، آمین!

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد!

بقلم محمد اجمل قاسمی

خادم تدریس جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد

بروز دوشنبہ 29 ربیع الاول 1447ھ مطابق 22 ستمبر 2025